بعد حضورؐ نے کبھی فقیر سے منہ نہیں موڑا اور نہ غنی کی طرف توجہ دی اس بات میں فاضل علماء بھی ہمیشہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی پیروی کرتے رہے۔ فقیر لوگ حضرت سفیان ثوری کی مجلس میں عزت کی جگہ بٹھائے جاتے تھے۔ اور امراء یہ تمنا کرتے تھے کہ کاش وہ بھی فقیر ہوتے۔

اسی واقعہ کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ مدینہ میں رات کے وقت ایک اندھی بڑھیا کے گھر جاکر اس کے گھر کا سب کام کاج مثلاً جھاڑو برتن دھونا پانی بھرنا کر دیا کرتے تھے اور جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے تو یہ کام حضرت عمرؓ سے پہلے ہی جاکر سرانجام دینے لگے[۱]۔ ہارون رشید نے نابینا عالم دین کے خود ہاتھ دھلائے[۲]۔

حضرت ابوبکر۔ مصلحت اور سنت نبوی

حضورؐ کی زندگی میں مدینہ آنے کے بعد سے مسلمانوں کو نسبتاً آسانی سے فتوحات حاصل ہوتی رہیں۔ احد میں مسلمانوں کی اپنی غلطی یعنی یہ کہ تیر اندازوں نے یہ سوچ کر کہ اب فتح ہو گئی ہے اور وقت اور حالات میں تبدیلی کی وجہ سے مصلحت بدل گئی ہے اور اب حضورؐ کی ہدایت پر عمل کرنا ضروری نہیں رہا۔ یعنی انہوں نے تقی امینی صاحب کے فارمولہ پر عمل کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ فتح شکست میں بدل گئی اور مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن صحابہ کرام کی زندگی میں یہ آخری واقعہ ہے اس کے بعد انہوں نے کبھی بھی حالات اور وقت کی رعایت کی بنا پر احکام نبوی میں تبدیلی نہیں کی۔

تاریخ اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر آج تک کبھی اتنا خطرناک وقت نہیں آیا جتنا کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت شروع ہونے پر آیا بقول حضرت عائشہ ایک طرف عرب مرتد ہو رہے تھے دوسری طرف مدینہ میں نفاق گھسا ہوا تھا۔

خورشید احمد فاروق لکھتے ہیں کہ جب ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو اسلام کا نوخیز پودہ حوادث کی صرصر سے کانپ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے کئی سربرآوردہ

---

[۱] تفسیر قرطبی: ۱۹: ۲۱۱

[۲] سیوطی: تاریخ الخلفاء: ۲۸۵/۸۰

لیڈر نئے خلیفہ کے انتخاب سے ناراض ہو کر ترک موالات کیے ہوئے تھے۔ مدینہ کے منافق خوش تھے کہ نئے مذہب کی بساط الٹ رہی ہے۔ مدینہ کے باہر ملک کے گوشے گوشے میں خاص و عام اسلام کی بندشوں اور مدینہ کی بالادستی سے نکلنے کا اعلان کر رہے تھے سرکاری آمدنی جو زکاۃ کی شکل میں آتی تھی بہت کم ہو گئی تھی۔ مختصر یہ کہ خلافت کی کشتی بھنور میں آ پھنسی تھی [۱]

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں۔ رسول اللہ کا انتقال ہوا تو منافقوں نے سر اٹھایا۔ عرب مرتد ہو گئے۔ یہود و نصاریٰ چوکنا۔ مسلمانوں کی اپنی حالت حضورؐ کی وفات سے ایسی زبوں تھی جیسے ان بکریوں کی جو جاڑے کی رات میں بارش سے بھیگ جائیں [۲]

بہت جلد ہر سمت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندوں کے خطوط آنے لگے کہ ہماری عمل داری کے خاص و عام نے بغاوت کر دی ہے۔ مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا رہے ہیں [۳] ارتداد عرب کے مختلف پہلو تھے۔ عربوں کے ایک گروہ کی رائے تھی کہ اگر محمدؐ نبی ہوتے تو کبھی وفات نہ پاتے ایک گروہ کا خیال تھا کہ ان کی وفات سے نبوت ختم ہو گئی اور ان کے کسی جانشین کی اطاعت ہم پر لازم نہیں۔ ایک جماعت کہتی تھی کہ ہم کو خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ کی رسالت تسلیم۔ ہم نماز بھی پڑھتے ہیں لیکن زکاۃ نہ دیں گے ایسے موقع پر حضرت عمرؓ نے بھی کہہ دیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ تالیف قلوب کے لیے لوگوں پر نرمی فرمائیے۔ یہ جانوروں کی مانند ہیں۔ ممتاز صحابہ نے وقت کی نزاکت دیکھتے ہوئے ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ جب تک حالات سازگار نہ ہوں باغیوں سے زکاۃ طلب نہ کیجئے۔

---

۱ خورشید احمد فارق: تاریخ ردہ، ۱۳۱۔

۲ محولہ بالا: ص ۹ ۳ محولہ بالا: ص ۱۵

۴ خورشید احمد فارق: تاریخ ردہ: ۱۶

مختصر یہ کہ صحابہ کرام کی یہ متفقہ رائے تھی کہ اس وقت حالات اور وقت کی مصلحت کو سامنے رکھنا زیادہ مناسب ہے۔ لیکن مصلحت کی خاطر نص کو معطل کرنے کے لیے حضرت ابو بکرؓ تیار نہ ہوئے۔

حضرت ابو بکرؓ کا سب کو ایک ہی جواب تھا رسول اللہ نے زکاۃ معاف نہیں کی تو میں بھی نہیں کروں گا۔ بخدا میں ان لوگوں سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکاۃ میں فرق کرتے ہیں کیونکہ مال سے زکاۃ لینا بالکل حق اور جائز کام ہے۔ بخدا اگر عربوں نے زکاۃ کے اونٹ کی رسی تک نہ دی جو وہ رسول اللہ کو دیتے تھے تب بھی میں ان سے لڑوں گا۔

غرضکہ حضورؐ کی سنت کے طریقہ میں مصلحت وقت کی خاطر ذرہ بھر تبدیلی کے لیے وہ تیار نہ ہوئے۔ دوسرا معاملہ اسامہ بن زید کی فوج کا تھا۔

صحابہ میں حضرت عمرؓ۔ ابو عبیدہ بن جراح حضرت سالم مولی ابی حذیفہ سب سے زیادہ ابو بکرؓ پر نکتہ چین تھے انہوں نے کہا کہ اسامہ بن زیدؓ کی مہم روک دیجئے تاکہ ان کی فوج مدینہ میں رہے اور شہر کے لوگ باغی عربوں کی یورش سے محفوظ رہیں اور جب تک موجودہ آزمائش ختم ہو عربوں کے ساتھ نرمی سے پیش آیئے۔ اس وقت صورت حال بے حد سنگین ہے۔ ساری عرب قوم نے ارتداد کی گھنٹی بجا دی۔ کتاب الردہ کے مطابق حضرت عمرؓ نے یہ بھی مشورہ دیا کہ مناسب ہے کہ اس سال زکاۃ وصول نہ کریں[1]

سیوطی لکھتے ہیں کہ صحابہؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ اطراف مدینہ میں عرب مرتد ہو رہے ہیں مناسب ہے کہ آپ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کو واپس بلالیں۔ اس کے جواب میں حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ خدانخواستہ اگر اہل مدینہ کے پاؤں کتے گھسیٹیں تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا جس کو آقائے نامدار نے روانہ فرمایا ہے اور اس پرچم کو سرنگوں نہیں کروں گا جسے آپ نے لہرایا ہے۔

طبری لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا:

والذی نفس ابی بکر بیدہ، لوظننت ان السباع تخطفنی لانفرت

---

[1] محولہ بالا: ۲۰ تا ۲۲

بعث اسامة كما امر به رسول الله صلى الله عليه وسلم ولو لم يبق فى القرى غيرى لا نفذته -[1]

یعنی قسم اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں ابو بکرؓ کی جان ہے۔ اگر مجھے گمان ہو کہ درندے مجھے بھنبھوڑنے کے لیے اٹھا لے جائیں گے تب بھی میں حضرت اسامہ کے لشکر کو ضرور روانہ کروں گا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔ اگر مدینہ میں سوائے میرے کوئی بھی شخص باقی نہ رہے جب بھی میں اس حکم کو نافذ کروں گا۔ مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہو گیا کہ تمام صحابہ مصلحت کی بنا پر متفق تھے اور حضرت ابو بکرؓ ان سب سے مخالف تھے کیونکہ وہ حضورؐ کے کسی حکم میں مصالح مرسلہ کی بنا پر تبدیلی جائز نہ سمجھتے تھے۔

پھر طبری لکھتے ہیں کہ خلیفہ کا لشکر بھیجنے کے متعلق قطعی فیصلہ معلوم کرنے کے بعد حضرت عمرؓ نے انصار کے مشورہ دینے پر حضرت ابو بکر کو مشورہ دیا کہ اگر آپ ضرور ہی لشکر روانہ کر رہے ہیں تو لشکر کی امارت کسی سن رسیدہ تجربہ کار صحابی کو سپرد فرما دیں کیونکہ اسامہ بہت کم عمر ہیں (ان کی عمر انیس سال تھی)۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اگر بھیڑیئے اور کتے بھی مجھے اٹھا کر لے جائیں تب بھی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ کروں گا۔ یہ جواب سن کر حضرت عمرؓ نے کہا کہ انصارؓ نے مجھے یہ پیغام دیا تھا کہ آپ تک پہنچا دوں حضرت ابو بکر بیٹھے ہوئے تھے لیکن یہ بات سن کر آپ اچھل کر کھڑے ہو گئے اور حضرت عمرؓ کی داڑھی پکڑ کر کہنے لگے تیری ماں تجھے کھو دے۔ گم کر دے حضورؐ نے جسے امیر مقرر کیا ہو تم کہتے ہو کہ میں اسے اس امارت سے علیحدہ کر دوں۔[2]

غرضکہ یہ تینوں مذکورہ بالا باتیں ایسی تھیں کہ وقت اور حالات کی مصلحت کی بنا پر صحابہ کرام متفقہ طور پر نص یعنی حدیث شریف کے احکامات میں تبدیلی کرنا چاہتے تھے۔ مگر حضرت ابو بکرؓ

---

[1] طبری ۲:۲۲۶ گویا حضرت ابو بکرؓ جانتے تھے کہ مصالح مرسلہ پر مبنی نظر حضور کی ہو سکتی ہے کسی امتی کی نہیں ہو سکتی۔

[2] تاریخ طبری ۳۱:۲۲۵۔

نے ان کے سامنے کوئی منطقی قیاسی یا عقلی دلائل دیئے بغیر صاف صاف کہہ دیا کہ نص میں ہرگز کسی مصلحت سے تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ پھر مستقبل کے حالات نے ثابت کر دیا کہ اگر مصلحت کی بنا پر حضور کے فیصلوں میں تبدیلی یا مداہنت برتی جاتی تو اسلام کا نام نشان ہی مٹ سکتا تھا اور کامیابی کی وجہ صرف یہ تھی کہ مصلحت پر عمل کرنے کی بجائے سختی سے نص حدیث پر عمل کیا گیا۔ جب سنت کے نصوص کا یہ مقام ہے تو قرآنی نصوص کا مقام تو سنت کے نصوص سے بھی بلند ہے ان میں کسی مصلحت کے تحت تبدیلی کا مطلب تو تباہی کے سوا کچھ نہیں۔

تمام ظاہری مصلحتوں کے خلاف حضرت ابوبکرؓ نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں میں کوئی ذرہ بھر تبدیلی ایک منٹ کے لیے بھی نہ کی اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنۃ او یصیبہم عذاب الیم۔ (النور: ۶۳) یعنی جو لوگ نبی کے حکم کا خلاف کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیئے کہ کہیں وہ کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں یا ان پر خوفناک عذاب نازل نہ ہو جائے۔

گویا کہ مذکورہ بالا قرآنی نص اور دیگر آیات قرآنی کی بنیاد پر حضرت ابوبکرؓ نے تمام صحابہ کو سمجھا دیا کہ حضور کے فیصلوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور سب صحابہ آپ سے متفق ہو گئے اور یہ مسئلہ صحابہ میں اجماعی طور پر متفقہ ثابت ہو گیا کہ نص کی خلاف ورزی کسی بھی مصلحت کی بنا پر نہیں کی جاسکتی۔

عراق کی زمینوں کا مسئلہ

فقہ عمر رضی اللہ عنہ میں سے جن چیزوں کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان مسائل میں مصالح مرسلہ کی بنا پر سنت کے خلاف فیصلہ کیا ان میں سے عراق کی زمینوں کا مسئلہ سرفہرست ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے خیبر کی زمینیں غانمین میں تقسیم کر دی تھیں لیکن حضرت عمرؓ نے مصالح کی وجہ سے اس کے خلاف کیا۔ منکرین حدیث اس دلیل کو عرصہ سے دہرا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں بھی عوام کو مغالطہ دیا جاتا ہے پہلی بات نوٹ کرنے والی یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حضور کی تین سنتیں ہیں۔ ایک نہیں ہے۔ گویا تین طریقے مسنون ہیں۔ ضرورت کے مطابق تینوں میں سے کسی ایک پر عمل کیا جا سکتا ہے درحقیقت تین نہیں دو ہیں۔ تیسرا تو دونوں

طریقوں کا مجموعہ ہے۔

اگر منکرین حدیث حضرات صرف نیل الاوطار اور یحییٰ بن آدم کی کتاب الخراج ہی دیکھ لیتے تو بات واضح ہو جاتی۔ شوکانی احادیث کے حوالے دینے کے بعد لکھتے ہیں۔

فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل الاقسام الثلاثۃ، فانہ قسم ارض قریظہ والنضیر وترک قسمۃ مکۃ وقسم بعض خیبر وترک بعضھا لما ینوبہ من مصالح المسلمین۔ [1]

بالکل یہی بات یحییٰ بن آدم نے بھی لکھی ہے۔

مزید شوکانی نے کتاب الاموال کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ تقسیم کرنے کا مشورہ دراصل حضرت علیؓ کا تھا۔ کتاب الاموال میں ہی دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ تو تقسیم کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت معاذ نے منع کیا (صفحہ ۱۶)۔ پھر شوکانی نے (ص ۱۶) بخاری کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو جو آبادی فتح ہو گی میں اس کو ان میں ہی بانٹ دوں گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو بانٹ دیا تھا۔ طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ نے خیبر کی زمین کا جو ذکر کیا تو اس کا مطلب یہ ہے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین کا کچھ حصہ بانٹ دیا تھا اسی طرح حضرت عمرؓ بھی آئندہ کرنے والے تھے کہ کچھ حصہ تقسیم کیا جائے اور کچھ مصالح کی بنا پر مشترک رکھا جائے۔ مذکورہ بالا بخاری کی روایت میں حضرت عمرؓ کے قول سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آئندہ ان کا ارادہ تھا کہ مفتوحہ زمین تقسیم کر دیں گا۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فیصلہ ہمیشہ کے لیے ایک مقرر نہیں کیا تھا بلکہ ان کے فیصلے میں یہ گنجائش تھی کہ آئندہ اگر حاکم چاہے تو مفتوحہ زمین کو غانمین میں تقسیم کر سکتا ہے اور آئندہ ان کا اپنا ارادہ بھی تقسیم ہی کرنے کا تھا۔ گویا سنت کے طریق کو بدلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔

امام شافعی اور ابن حزم کا خیال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو فیصلہ کیا تھا اس پر اکثر لوگ متفق ہو گئے تھے اور یہ کہ جو چند لوگ متفق نہیں ہوئے تھے حضرت عمرؓ نے ان کو معاوضہ دے کر راضی کر لیا

---

[1] شوکانی: نیل الاوطار: ۸: ۱۶، ۱۷